

ہم پوری دنیا سے نہیں اڑ سکتے؟

بھارتی جنگی جہاز پاکستان کی فضائی حدود میں تین کلومیٹر آئے یادس، یہ بات اب بے معنی ہو چکی ہے۔ گرفتار پائلٹ کو ہم نے دو دن کے بعد رہا کر دیا، یہ ہماری طرف سے امن کی طرف قدم تھا یا بین الاقوامی دباو میں کیا گیا، یہ بھی کافی حد تک بے محل ہو چکا ہے۔ اہم ترین نکتہ یہ ہے کہ جس دن انڈین ہوائی جہازوں نے ہماری فضائی حدود کی مکمل خلاف ورزی کی، جس وقت انگی وزارت خارجہ، دفاع اور وزیر اعظم نے پوری دنیا کو بتایا کہ بالا کوٹ میں حملہ کر کے جیش محمد کے کمپ کو تباہ کر دیا ہے۔ ساڑھے تین سو لوگ مارے گئے ہیں۔ اس دن سے لیکر آج تک دنیا کے کسی اہم اور طاقتور ملک نے اس خلاف ورزی پر نکتہ چینی نہیں کی۔ واشنگٹن، ماسکو، بیجنگ، یواے ای، جرمونی، آسٹریلیا یا کسی بھی ملک نے یہ بیان نہیں دیا کہ ہندوستان نے پاکستان کے متعلق جو شرائیز کارروائی کی ذمہ داری قبول کی ہے، وہ غلط ہے یادہ جھوٹ بول رہا ہے۔ کسی مضبوط دار خلاف نے یہ بھی نہیں کہا کہ واقعی جیش محمد نام کی کسی تنظیم کا کوئی کمپ تھا بھی اور سینکڑوں لوگ مارے جانے کا اعلان درست بھی ہے کہ نہیں۔ پوری دنیا نے اس نکتہ پر بھارت کے کمزور بلکہ غلط بیانیہ کو نہ صرف تسلیم کیا بلکہ پاکستان کے حق میں کسی قسم کی کوئی بات نہیں کی گئی۔ صرف ایک بات ضرور کی گئی کہ دونوں ملکوں کو بات چیت کرنی چاہیے۔ جنگ سے باز رہنا چاہیے۔ مگر کسی نے کھل کر ہماری حمایت نہیں کی۔ یہی وہ بنیادی نکتہ ہے جس پر پاکستان میں بات نہیں کی جا رہی اور یہی سارا مسئلہ ہے۔ غلط یا صحیح۔ پوری دنیا میں ہمارے ملک کی ساکھ ایک دہشت گرد ریاست کی ہے۔ بد قسمتی سے ساری قربانیوں کے باوجود ہمارا مجموعی تاثر ایک ایسے ملک کا ہے جو دہشت گردی کے ہتھیار کو دیگر ملکوں میں استعمال کرتا ہے۔ دوبارہ عرض کروں گا۔ غلط یا صحیح، یہ ہماری قومی بد قسمتی ہے کہ ہمیں دہشت گردی سے منسلک کر دیا گیا ہے۔ اس پر عمومی طور پر کوئی بات نہیں کی جاتی جو بذات خود حدد رجہ نقصان دہ ہے۔

ماضی کی غلطیوں کا سب کو علم ہے۔ کس طرح پاکستان جیسے جدید اور امن پسند ملک میں جہادی سوچ، فکر اور عمل کو ایک مربوط پالیسی کے تحت رانج کیا گیا۔ کس طرح جدت پسندی اور متعدل رویوں کی تضییک کی گئی۔ کس طرح ریاستی سطح پر مذہب کو کرخت سیاسی اور فوجی مقاصد کیلئے استعمال کیا گیا۔ یہ سب کچھ ہماری آنکھوں کے سامنے برپا ہوا اور المناک سچ یہ ہے کہ اسے ریاستی سرپرستی مکمل طور پر حاصل رہی۔ ماضی میں جائے بغیر اب یہ سوچنا چاہیے کہ آگے کیسے چلنا ہے۔ شدت پسند ملک کو کیسے اعتدال میں تبدیل کرنا ہے۔ کیسے ملک کا قبلہ اس پر اُن پاکستان کی طرف لیکر جانا ہے جو پوری دنیا اور عالم اسلام کیلئے رواداری، ترقی اور توازن کی بھرپور مثال تھی۔ یہ کام مشکل ضرور ہے مگر ناممکن نہیں۔ پلوامہ سے جڑے عالمی رویوں کے بعد ہمیں حکومتی سطح پر نہایت سنجیدگی سے سوچنا چاہیے کہ اگر ہم نے خود اپنے آپ کو تبدیل نہ کیا، بہتر نہ کیا تو پوری دنیا ملکری یہ کام ہم سے زبردستی کروائے گی۔ جوانہتائی تکلیف دہ اور بھیانک طریقے سے سرانجام دیا جائیگا۔ سیاسی بصیرت سے کام لیکر پاکستان کے سنجیدہ سیاسی عناصر، عدیہ اور عسکری اداروں کو بیٹھ کر غور فکر کرنا ہوگا کہ ہم دنیا میں اکیلے کیسے رہ گئے ہیں۔ لفظی تسلیوں سے ہمارا ملک بہت زیادہ نقصان اٹھا چکا ہے۔ لہذا اب دنیا کے ساتھ جڑ کر کیسے چلنا ہے۔ یہ انتہائی گھمیب نکتہ ہے۔ مگر اس پر مقتدر لوگوں کے فیصلہ کے بغیر آگے سوچنا ناممکن ہے۔ یہ بذاتِ خود ایک فکری اور عسکری جہاد سے ہرگز ہرگز کم

پہلی بات تو یہ ہے کہ ہم مذہب کے پاسبان نہیں ہیں۔ ہمارے وسائل، ہمارا معاشری قد کا ٹھہ، ہماری قوت اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ پوری دنیا میں مسلمانوں کے حقوق کا تحفظ کریں۔ یہ نازک بات ہے۔ کیونکہ ہمیں ستر برس سے مسلسل سنایا جا رہا ہے کہ ہم اسلام کا قلعہ ہیں۔ یہ بات ہمارے دلوں پر مخدود کر دی گئی ہے کہ ہمارا فرض ہے کہ تیونسیا سے لیکر فلسطین تک، برما سے لیکر بوسنیا تک، تمام مسلمانوں کی حفاظت ہماری ذمہ داری ہے۔ نیشن سٹیٹ کے معرض وجود کے آنے کے بعد امت مسلمہ کی عملی حیثیت صرف اور صرف لفظی اور افسانوی نوعیت کی رہ گئی ہے۔ اگر یقین نہیں آتا تو ذرا سعودی عرب بغیر ویزے کے جانے کی کوشش کریں۔ لہذا انتہائی تکلیف دہ بحی ہے کہ بطور ملک ہمیں سب سے پہلے صرف اور صرف اپنی عوام کا خیال کرنا چاہیے۔ انکی ترقی، فلاج اور حفاظت کے متعلق فکر کرنی چاہیے۔ بنیادی سوچ تبدیل کیے بغیر ہم ایک اچ بھی آگے نہیں جاسکتے۔

چلیے، بحث کیلئے یہ بات تسلیم کر لیتے ہیں کہ دنیا میں مسلمانوں کیلئے ہم لوگ مسیحاء ہیں۔ فلسطین میں مسلمانوں پر اسرائیل کے مظالم کا جواب دینا از حد ضروری ہے۔ مگر کیا یہ تلخ حقیقت نہیں کہ مشرق و سطی کے تمام مسلمان ممالک اسرائیل کے ساتھ بہترین تعلقات رکھے ہوئے ہیں۔ سعودی عرب جو اعلان کرتا ہے کہ اسرائیل کو تعلیم نہیں کرتا۔ اسکے اسرائیل سے مضبوط تجارتی تعلقات ہیں۔ پوشیدہ، تو انسفارتی روابط بھی ہیں۔ کیا کبھی سعودی وزیر خارجہ نے بیان دیا کہ وہ اسرائیل کے وجود کے خلاف ہیں۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ دونوں ممالک کی خارجہ پالیسی میں ایران انکا سب سے بڑا دشمن ہے۔ کیا ایران اسلامی ملک نہیں کیا اس میں مسلمان نہیں بستے۔ دراصل پوری دنیا جذباتیت سے نکل کر معاشری، تجارتی اور سماجی بندھن کو حد درجہ اہمیت دیتی ہے۔ مگر ہمارے جیسے ملک کو یہ لوگ جذباتی طور پر ”قلعہ“ بنادیتے ہیں۔ تاکہ نقصان ہو تو ہمارا ہو۔ برباد ہو تو پاکستان ہو۔ مگر یہ آرام سے ہر سڑک پر موچ کرتے رہے۔ خدارا، اس بات کو سمجھیے۔ اگر ہم واقعی اتنے طاقتور ہیں کہ پوری دنیا میں مسلمانوں کیلئے پریشان ہیں، تو انتہائی معدرات کے ساتھ۔ چین میں کروڑوں اوگر مسلمان کیمپوں میں نظر بند ہیں۔ انکو زبردستی کیونٹ بنا یا جا رہا ہے۔ چھوٹی سی غلطی پر انہیں موت کے گھاٹ اُتار دیا جاتا ہے۔ انکے کسی قسم کے انسانی حقوق نہیں ہیں۔ انکی عزت نفس کی حد درجہ بے حرمتی کی جاتی ہے۔ مگر کیا آج تک ہمارے جید ترین سیاسی یا مذہبی رہنماؤں کے سے اوگر مسلمانوں کے حقوق کے متعلق کوئی بات سنی ہے۔ جواب سادہ سا ہے کہ نہیں سنی۔ چلیے، اگر ہم واقعی قلعہ ہیں تو اوگر مسلمانوں کے متعلق کوئی ثابت بات کیوں نہیں کرتے۔ جواب سادہ سا ہے۔ کہ یہ سب کچھ ہماری عملی استطاعت سے باہر ہے۔ خدارا، معاملات کو انکی اصل تصویر کے ساتھ سمجھیے۔ ہماری سوچ میں اتنی تاریخی مبالغہ آرائی شامل کر دی گئی ہے کہ اسکو کم کرنا حد درجہ مشکل ہے۔

پاکستان کا سب سے مضبوط ادارے نے سب سے پہلے یہ سقماً محسوس کیا ہے۔ جب سے فوج نے دہشت گردی کے خلاف یلغار کی ہے، اسکے بعد چند مذہبی سوچ کے ٹھیکے داروں نے تھوڑی پسپائی اختیار کی ہے۔ فوج کی طاقت نے جب طالبان کے خلاف فیصلہ کن فتح حاصل کی ہے۔ پھر ان نشاة ثانیہ کے خواب فروشوں نے بولنا کم کیا ہے۔ انکے رہنماء، انکے قدردان، تمام کے تمام، اپنی اولادوں کیلئے تو یہ دون ملک بہترین جگہوں کا انتخاب کرتے ہیں۔ انہیں تو ڈاکٹر، نجیسٹر، بینکر، آئی ٹی ایکسپرٹ بناتے ہیں۔ غریب آدمی کی

اولاد کو جہاد کیلئے تیار کرتے ہیں۔ غربت کے ساتھ ساتھ جہالت اس قدر زیادہ ہے کہ ان ”مذہب فروشوں“ کو مر نے کیلئے ایندھن کثرت سے ملتا رہتا ہے۔ کٹنے کیلئے گردن غریب آدمی کی اور عیش و آرام کیلئے یہ اور انکی اولاد، حد درجہ حفاظ۔ یہ عملی بات ہے۔ تسلیم نہ کیجئے۔ مگر افغانستان میں جہاد سے لیکر مقبوضہ کشمیر کو آزاد کروانے کی تگ و دو تک، مارے جانے والے تمام غریب لوگ ہیں۔ جن میں بے روزگاری، معاشی کمزوری، تعلیم کا فقدان کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ نام نہیں لینا چاہتا۔ مگر یہ ضرور کہونگا۔ ان لوگوں سے سوال ضرور کروزگا، کہ اگر افغانستان میں روئی اور امریکی تسلط ختم کرنا اتنا اہم ہے۔ اگر مقبوضہ کشمیر میں مقامی مسلمانوں میں آزادی کی شمع جلائے رکھنا آزاد ضروری ہے تو اس مقدس کام کیلئے وہ بذاتِ خود اور انکی اولاد کیوں گریزاں ہے۔ بلکہ انکاری ہے۔ صاحبان! یہ مذہب کے نام پر معاشری، دینی، سماجی اور معاشی استحصال ہے۔ جس دن، جنگ اُنکے محلات کی دیواروں کو جلانے لگی بخدا، یہ ایک لمحہ میں پانسہ پلٹ دینے کے اور امن اور صلح کا راگ الائپنے لگیں گے۔ وہی امن جسکی ہمیں آج ضرورت ہے اور یہ کام بغیر کسی بڑی تکلیف کے کیا جاسکتا ہے۔

ایک اور انہیلی نازک بات کرنا چاہتا ہوں۔ ہمارے میڈیا میں چند حضرات ہر وقت کشمیر کی آزادی کی بات کرتے ہیں۔ وہاں بھارتی فوج کے مظالم کا چرچا کرتے ہیں۔ جو ہری طور پر یہ بات بالکل درست ہے کہ انڈیا، کشمیر میں بھی انک ریاستی دہشت گردی میں ملوث ہے۔ ہم کشمیر پر بھارت سے متعدد جنگیں کرچکے ہیں۔ ہم نے اپنی معیشت بر باد کر کے رکھ دی۔ کسی جنگ نے ہمیں کوئی ثابت ر عمل نہیں دیا۔ اسی کی دہائی میں ہم نے حد درجہ غلطیاں کیں۔ جس طرح افغانستان میں در اندازی کر رہے تھے۔ اسی نوعیت کی خل اندازی ہم نے مقبوضہ کشمیر میں بھی شروع کر دی۔ مقتدر طبقے کے چند افراد نے تو بیانات تک دے ڈالے کہ بس کشمیر اب پاکستان کی جھوٹی میں گرنے والا ہے۔ وہاں، منزل قریب ہے۔ کشمیر بس آزاد ہونے والا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ ایسا کچھ نہیں ہوا اور انہیلی جرات مندانہ سچ عرض کر رہا ہوں کہ نہ ہوگا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ہمارے تمام دوست ممالک کے مشورے کے برعکس آج بھی ہمارا میڈیا، ہمارے دانشور کسی صورت میں مقبوضہ کشمیر پر مخصوص بیانیہ کو ترک کرنے کیلئے تیار نہیں ہیں۔ صرف ایک سوال کا جواب دے دیجئے۔ کیا مقبوضہ کشمیر کی آزادی، پاکستان کی سلیمانیت سے زیادہ اہم ہے۔ کیا ان اسٹیٹ اسٹنکرز کی حفاظت اور انکی پروش ہمارے ملک سے زیادہ اہم ہے۔ کیا مولانا مسعود اظہر اور حافظ سعید کا وجود پاکستان کے وجود سے زیادہ اہم ہے۔ لگتا تو یہی ہے کہ ان اسٹیٹ اسٹنکرز ہمارے ملک کے اصل مالک ہیں۔ پوری دنیا میں ہم انکے نام سے پہچانے جاتے ہیں۔ یہ لوگ ہمارے ملک کا اصل نشان ہیں۔ باقی بائیس کروڑ شہریوں کے وجود کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ پاکستان میں امن پسند شہریوں کی کوئی آواز نہیں ہے۔

اس ایک ہفتہ میں ہمیں اندازہ ہو جانا چاہیے کہ دنیا میں ہماری سوچ کی کوئی وقعت نہیں ہے۔ کوئی ملک ہمیں امن پسند تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں ہے۔ ہمیں دہشت گردی پھیلانے کی فیکٹری قرار دینے کے خلاف کوئی بیرونی طاقت ہمارے ساتھ کھڑے ہونے کیلئے تیار نہیں ہے۔ کوئی مضبوط ملک ہمارے بیانیہ کو تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں ہے۔ خدارا، سوچیے، سمجھیے، ہمیں اپنے آپ کو تبدیل کرنا ہے۔ ہم پوری دنیا سے نہیں لڑ سکتے؟

